شیعہ ملٹی میڈیا ڈاٹ کام

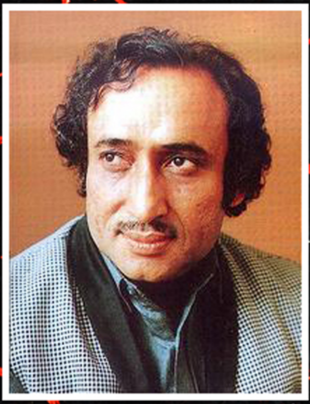

محسن نقوی شہید

(انٹرویو)

شیعہ ملٹی میڈیا

شیعہ ملٹی میڈیا

یہ انٹرویو پندرہ روزہ "دستک" لاہور.. مدیر محترم افضال شاہد نے
یکم ستمبر ۱۹۹۱ھ کو کیا

○

ہیبتِ "نادِ علیؑ" میں یہ قرینہ دیکھا
رقص کرتا ہُوا خشکی پہ سفینہ دیکھا
جب بھی مشکل میں لیا نامِ علیؑ گھبرا کر
میں نے مشکل کی جبیں پر بھی پسینہ دیکھا

یہ انٹرویو پندرہ روزہ ''دستک'' لاہور...... مدیر محترم افضال شاہد نے یکم ستمبر ۱۹۹۱ء کو کیا

شیعہ ملٹی میڈیا ڈاٹ کام

انٹرویو

☆ آپ نے زندگی کا یہ طویل عرصہ کیسے طے کیا؟ اس سفر میں پیش آنے والی مشکلات کیا تھیں؟ اپنے خاندانی پس منظر میں اب تک کی واردات بیان کریں؟

○ یہ سوال ہے یا امتحانی پرچہ؟ یار ایک ہی سانس میں اتنا کچھ پوچھ لینا اور پھر تفصیلاً پوچھنا' باقی سوال ضرور کرنے ہیں؟

زندگی کا طویل سفر...... واقعی یار افضال اب تک کا سفر طویل بھی تھا اور پا گداز بھی' کبھی پاؤں لہولہان ہوئے' کبھی سرابوں نے بینائی کو زخمی کیا' کہیں تازہ ہوا کے جھونکوں نے لوریاں دیں تو کہیں گرم لو نے تازیانے برسائے' بچپن کی محرومیاں' لڑکپن کے خواب' جوانی کی پہیلیاں اور پھر خیالوں کی گھنی چھاؤں میں آہستہ آہستہ عمر کی دھوپ کا پھیلنا' سب کچھ ایک ہی سانس میں کیسے بیان ہو؟ کیونکر کہا جائے؟ عدم میکدے کی راہ سے ہو کر گزر گیا' فانی کے ہاتھ سے جام گر کر ٹوٹ گیا' جوش نے اسے پھول والوں کی گلی اور چمپا کلی سمجھ کر برتا' فراق نے سوچا اور اداس ہو گیا۔ اقبال نے اسے رواں دواں اور پیہم رواں قرار دیا' فیض کو مفلس کی قبا محسوس ہوئی' قاسمی نے اسے ریت کے ذروں کی گنتی سے

تعبیر کیا۔ میاں یہ بڑے لوگوں کی باتیں ہیں' ہم زندگی کے طویل سفر میں اپنے ''ہونے'' کے یقین و گماں کے اسیر لوگ اپنا تو یہ حال ہے بھائی کہ دھوپ چاٹتے رہے' چاندانی اگلتے رہے کہ منصب ہی ایسا تھا۔ ڈیرہ غازی خان کی پسماندہ سرزمین' چھوٹا سا شہر' اس شہر کا ایک چھوٹا سا بلاک یا محلّہ (جسے بلاک نمبر ۴۵ یا محلّہ سادات کہتے ہیں)' اسی محلے میں ایک چھوٹی سی گلی اور اس گلی میں ایک نیم تاریک مکان' جہاں ۵ مئی ۱۹۴۷ء (سکول کے سرٹیفکیٹ کے مطابق) کی صبح کی پہلی کرن کے ساتھ دنیا کے بے شمار جانداروں میں ایک اور معمولی سی جان کا اضافہ ہوا۔ چھوٹا سا گھر تھا' حسب روایت خوشی منائی گئی' دو چار لمحوں کی' مبارک باد اور پھر سناٹا۔ بچے کا نام گھر والوں نے غلام عباس رکھا جو آٹھویں جماعت پاس کرتے ہی غلام عباس محسن نقوی بن گیا' والد کا نام سید چراغ حسین (مرحوم)' دادا کا نام سید مہر حسین اور نانا سید غلام سرور شاہ' شجرۂ نسب امام علی نقیؑ سے ملتا ہے۔ جد امجد علی راجن کا مزار ضلع لیہ میں ہے اور بستی اور اسٹیشن علی راجن کے نام سے ہی مشہور ہے۔ دادا پولیس کے ریٹائرڈ ہیڈ کانسٹیبل تھے' ایک چچا سید منظور حسین ریلوے میں افسر تھے (یہ سوتیلے چچا تھے)' انہی کے ایک بھائی سید رحم شاہ پاکستان بننے سے پہلے کے گریجوایٹ تھے اور شاعری بھی کرتے تھے' انگریزوں کی حکومت نے وظیفہ دیا' مگر رحم شاہ جو ''خیال'' تخلص کرتے تھے' ٹی بی کے عاشقانہ مرض میں مبتلا ہوئے' ولایت جانے سے دو چار دن پہلے انتقال کر گئے' ان کا صرف ایک شعر ہم تک پہنچا ہے

موت اور موت بھی جوانی کی
دھوم ہے مرگ شادمانی کی

ہماری سگی دادی کی آٹھ اولادیں تھیں‘ چار بیٹے‘ چار بیٹیاں۔ بیٹوں میں سب سے بڑے سید نور احمد شاہ پولیس انسپکٹر ریٹائرڈ تھے‘ دوسرے سید در محمد شاہ بارڈر ملٹری پولیس میں جمعدار رہے اور پھر آنریری جمعدار ریٹائرڈ ہوئے‘ تیسرے ہمارے والد سید چراغ حسین اور چوتھے سید خادم حسین شاہ صاحب ان میں تین بیٹے (سید نور احمد شاہ‘ سید محمد شاہ اور ہمارے والد سید چراغ حسین) اور تین بیٹیاں انتقال کر چکے ہیں‘ باقی ہمارے چچا جان سید خادم حسین شاہ صاحب (اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر سلامت رکھے اور ایک پھوپھی ماشاء اللہ زندہ ہے‘ والد اور چچا جان (سید خادم حسین) اکٹھے کاروبار کرتے تھے‘ پہلے زین سازی کی دکان تھی‘ پھر پاکستان بننے کے بعد غلہ منڈی میں سادات آڑھت کے نام سے دکان کھولی‘ جو اب تک باقی ہے۔ ہمارے والد کی وفات ۸ مارچ ۱۹۷۲ء کو ہوئی‘ والدہ صاحبہ خیر سے حیات ہیں اور ہماری کائنات ہیں‘ ہم دو بھائی‘ پانچ بہنیں ہیں‘ ہمارے چھوٹے بھائی سید فرحت عباس اب ڈیرہ غازی خان میں اپنے چچا کے زیر سایہ فیکٹری میں ہوتے ہیں۔ والد مرحوم کے بعد ہمارے چچا جان نے ہمیں یوں سنبھالا کہ والد مرحوم سے کہیں زیادہ شفقت اور محبت عطا کی اور اب تک ان کی محبت اور شفقت اسی طرح رواں دواں ہے جیسے پہلے دن تھی۔

ہم نے پرائمری تعلیم اپنے محلے کے ساتھ ہی ایک پرائمری سکول نمبر ۶ میں حاصل کی‘ میٹرک ڈیرہ غازی خان گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۱ سے فسٹ ڈویژن

میں پاس کیا' ایف اے اور بی اے گورنمنٹ کالج ڈیرہ غازی خان سے کیا اور ایم اے گورنمنٹ کالج بوسن روڈ ملتان سے ۱۹۷۰ء میں پاس کیا۔ اس عرصہ میں ایوب خان کی آمریت کے خلاف نظم لکھنے کے جرم میں مقدمات میں ملوث بھی ہوئے۔ ڈیرہ غازی خان کے کالج کے مجلّہ ''الغازی'' کے دو مرتبہ مدیر بھی رہے' سٹوڈنٹس یونین کے جنرل سیکرٹری اور نائب صدر بھی رہے۔ مشاعروں میں انعامات' مباحثوں میں ٹرافیاں بھی جیت کر لائے' ملتان میں ایم اے کے دوران ملتان کالج کے رسالہ ''نخلستان'' کے ایڈیٹر بھی رہے' امروز ملتان میں مسعود اشعر کے زمانے میں کام بھی کیا' کالم بھی لکھے' شاعری آٹھویں جماعت میں شروع ہوئی' یعنی پہلا شعر ہم نے آٹھویں جماعت میں کہا۔ کالج میں ۱۹۶۳ء میں داخلہ لیا تو شعر مسلسل کہنا شروع کر دیئے' پہلے پانچ سال کا کلام خود سے ضائع کر دیا ''ناگفتنی'' تھا' ۱۹۷۰ء میں ملتان سے ایم اے کے دوران پہلا مجموعہ ''بندقبا'' کے کلام کا انتخاب شائع ہوا۔ اصلاح باقاعدہ طور پر کسی سے بھی نہیں لی' البتہ مولانا حسرت موہانی کے شاگرد حضرت شفقت کاظمی مرحوم جو خود چار مجموعہ ہائے کلام کے خالق اور برصغیر کے سہل ممتنع کے صف اول کے شاعر تھے' ہمارے منہ بولے استاد تھے' انہی کی صحبت میں اساتذہ کا کلام پڑھنے کا شوق ہوا اور دوسرے ہمارے مرحوم ماموں سید صاحب علی شاہ صاحب مخدوم نقوی تھے' جو اشعار کا خزانہ اپنے حافظے میں محفوظ رکھتے تھے' انہوں نے حوصلہ افزائی کی اور ہم جی بھر کر شعر کہنے لگے۔ والد اور چچا جان چاہتے تھے کہ ہم اپنا بزنس سنبھالیں' مگر اپنی طبیعت لفظوں کے جنگل میں گھر چکی تھی' سوچنا سوچنا سوچنا اور سوچنا' شعر کہنا اور پھر مشاعرے پڑھنا' ۱۹۷۰ء ہی میں مجالس کا آغاز ہوا' جو

اب تک جاری ہے۔

شاعری کے سلسلے میں جن جان لیوا مشکلات سے ہمیں دوچار ہونا پڑا' ان کی تفصیل کا یہ وقت نہیں ہے بس یہ تھا کہ اپنے شہر میں ادبی مجادلے جاری تھے' مشاعروں میں ٹھنی رہتی تھی' ہم انہی جھمیلوں میں گم رہتے تھے' وہ تو اللہ زندگی کرے ہمارے بھائی ظفر عباس نقوی کی جس نے بی اے کر کے کاروبار سنبھال لیا اور اب خاندان کا ذمہ دار فرد ہے' ہمارا دست بازو' ظفر عباس!

ابھی بی اے سے فارغ ہوئے تھے کہ والدین نے شادی کے فرض سے سبکدوش ہونے کا ارادہ کر لیا اور یوں ۱۹۶۸ء میں ہماری شادی (ہمارے چچا جان سید خادم حسین کی بیٹی سے ہوگئی)' اب ہمارے دو بیٹے اسد عباس اور عقیل عباس اور ایک بیٹی قرۃ العین ہے۔

شاعری اور مجالس کے سلسلے میں ''احباب'' کی کرم فرمائیوں کے طفیل ہمیں دو مرتبہ زہر بھی دیا گیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری' مگر ہم کچھ زیادہ ہی سخت جان نکلے کہ بچ گئے۔ ۱۹۸۰ء میں لاہور میں ایک جھونپڑا تعمیر کیا' اب اسی میں رہتے ہیں اور دعائیں دیتے ہیں احباب کو۔ یہ تھی اب تک کی مختصر سی داستان جو ایک سانس میں سنائی جا سکتی ہے' اس سے آگے کچھ چھیڑیں گے تو داستان طویل ہو جائے گی اور آپ سو جائیں گے!

☆ شاعری کی طرف کب اور کیوں راغب ہوئے؟

○ ہمارا خیال ہے اس سوال کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ طبیعت بچپن سے شاعرانہ تھی' آپ سے ایک بھید کہیں کہ چاندنی ہماری کمزوری ہے اور جب سے ہوش سنبھالا ہے ہر چاند کی چودھویں کو کبھی نہیں سوئے۔ خدا جانے کیا وجہ ہے؟

عجیب و غریب کیفیت ہوتی ہے۔ ''گھر رہیں تو ویرانی دل کو کھانے کو آوے'' والا معاملہ ہوتا ہے' چاندنی' سگریٹ کا دھواں اور آوارگی (صحت مند معنوں میں) ہماری تین شدید کمزوریاں ہیں' جو اب تک پوری تابندگی سے جاری ہیں۔ سفر' سگریٹ اور چاندنی' تینوں بے وجہ ذہن کو الجھا کر رکھ دیتے ہیں اور ہماری شاعری ان کے بغیر سانس لینا بھی گوارا نہیں کرتی۔

☆ آپ بنیادی طور پر سرائیکی بولنے والے علاقے سے تعلق رکھتے ہیں' آپ نے سرائیکی کی بجائے ایک ایسی زبان کا انتخاب کیوں کیا جس کو آپ کے علاقے میں سمجھنے والوں کی تعداد محدود ہے؟

C بلاشبہ میرا تعلق سرائیکی علاقے سے ہے' میں سرائیکی میں شاعری بھی کرتا ہوں اور میری بہت سی سرائیکی غزلیں سرائیکی گلوکاروں نے گائی بھی ہیں' ریڈیو پاکستان ملتان کے مشاعروں سے لے کر ٹیلی ویژن پر سرائیکی پروگرام ''رت رنگیلڑی'' کی کمپیئرنگ تک میرا خاصہ حصہ ہے' مگر اردو زبان کو وسیلہ اظہار اس لئے بنایا کہ ایک تو ہماری قومی زبان ہے' دوسرے یہ کہ میرے علاقے میں جہاں آپ کے بقول اسے سمجھنے والوں کی تعداد محدود ہے' وہاں یہ بھی ضرورت تھی کہ قومی زبان کو فروغ دیا جائے اور تیسرے یہ کہ اپنے شعبہ کے اعتبار سے بھی مجھے چوبیس گھنٹوں میں تقریباً بیس گھنٹے تو بولنا پڑتی ہے' تقریر' تحریر' شاعری' گفتگو' کمپیئرنگ' خطوط' کالم' قطعہ وغیرہ۔ جب سب کچھ اردو ہی میں کرنا پڑتا ہے تو پھر اردو ہی بولنا پڑتی ہے۔ جہاں تک سرائیکی زبان کا تعلق ہے بہت میٹھی اور رسیلی زبان ہونے کے باوجود اس کے ساتھ حادثہ یہ ہے کہ سرائیکی سننے والے تو بہت سے لوگ ہیں مگر اسے پڑھنے والوں کی تعداد بہت محدود ہے' ابھی

بہت کم عرصہ ہوا ہے کہ اس کے حروف تہجی طے کئے گئے ہیں، ابھی اس کی ٹائپ، کتابت، خوشنویسی اور پھر اس کو پڑھنے پر تھوڑا عرصہ لگے گا۔

☆ اساتذہ میں آپ کے نزدیک کون کون سے شعراء ایسے ہیں جنہیں شعری ادب کا محسن کہا جا سکے؟

○ یہ سلسلہ دلی دکنی سے شروع ہوتا ہے، پھر مصحفی، میر، غالب، انیس سے ہوتا ہوا حالی اور اقبال تک پہنچتا ہے۔ اقبال کو بعض اہل زبان مستند نہیں مانتے، مگر میرے نزدیک اقبال، جوش، فیض صاحب اور احمد ندیم قاسمی بھی شعری ادب کے محسنوں میں سے ہیں اور ن۔م راشد، میرا جی، مجید امجد اور جعفر طاہر نے نظم میں ہیئت اور موضوع کے خوبصورت تجربے کئے اور یہ کارواں چلتا رہا اور چلتا رہے گا۔

☆ آپ بیک وقت شاعر بھی ہیں، ذاکر و خطیب اور سیاست دان بھی، شاعری کے علاوہ باقی شعبوں سے آپ کس طرح انصاف کرتے ہیں؟

○ باقی کے شعبوں میں میرے اندر کا شاعر میرے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور تینوں آپس میں مل کر ایک دوسرے کے مشورے سے چلتے ہیں۔

☆ جوش ملیح آبادی نے اپنی نظم ذاکر سے خطاب میں معاوضے کو خون اہل بیتؑ میں لقمہ تر کرنے سے تعبیر کیا ہے، مجالس کا معاوضہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

○ ذاکر کبھی مجالس کا معاوضہ طے نہیں کرتے، البتہ نیاز سمجھ کر، ہدیہ سمجھ کر یا زاد راہ کے طور پر نذرانہ لینے میں کوئی قباحت نہیں، یہ بات میں مجتہدین کی رائے لینے کے بعد کہہ رہا ہوں، کیونکہ بعض مجتہدین نے نیاز قبول کرنے میں احتیاط کو تقویٰ قرار دیا ہے، ویسے آپ اگر مجلس کرائیں تو آپ سے میں یا علامہ عرفان

حیدری عابدی کوئی نیاز بھی نہیں لیں گے، جعفر علی میر کی گواہی لے لیں۔

☆ آپ پیپلز پارٹی میں کب شامل ہوئے؟

○ دلچسپی پہلے دن سے تھی، ۱۹۶۹ء میں ملتان میں پی ایس ایف کی بنیاد رکھنے والوں میں ہم پیش پیش تھے، پھر قائد عوام نے جب بھی ملتان کا دورہ کیا، ہم طلباء کے دستوں کو لے کر ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ ان دنوں ملتان ڈویژن جس میں ڈیرہ غازی خان بھی شامل تھا، پارٹی کے جلسہ میں نظمیں پڑھا کرتا تھا، ''امروز'' میں کالم لکھتا تھا، حنیف رامے صاحب کے پرچہ نصرت اور مولانا کوثر نیازی کے ''شہاب'' میں میری نظمیں اور مضامین اسی دور میں شائع ہوا کرتے تھے اور آج تک اسی پارٹی میں ہوں۔ ۱۹۷۷ء میں قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے ڈیرہ غازی خان میں قومی اتحاد کے قائد مرحوم مفتی محمود کے مقابلے میں ایم این اے کا ٹکٹ مجھے دیا تھا اور یہ بات میرے لئے اب تک ایک اعزاز کی حیثیت رکھتی ہے۔

☆ آپ کے نزدیک اس وقت پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟

اس وقت پاکستان کا ہر مسئلہ سب سے بڑا مسئلہ ہے، بے روزگاری اور غربت کی آندھی ذہنوں کے چراغ گل کر رہی ہے، مہنگائی کا عفریت منہ کھولے غریبوں کو نگل رہا ہے، دہشت گردی نے ہنستے کھیلتے گھرانوں کو اجاڑ کر رکھ دیا ہے، رشوت اور چور بازاری رسم و رواج کی طرح عام ہیں، بلیک میلنگ کاروبار میں شامل ہے، قتل، اغواء، ڈکیتی اور چوری معمول میں شامل ہو کر رہ گئے ہیں، قومی تشخص تعصّبات کی دھول سے اٹ گیا ہے، پنجاب پولیس کے ہاتھوں میں، سرحد اور بلوچستان دہشت گردی کے پنجوں میں جکڑے ہوئے ہیں، سندھ میں علیحدگی

پسند قوتیں زور پکڑ رہی ہیں' جام صادق خود ایک مسئلہ بن گیا ہے اور سب سے بڑا مسئلہ وہ خوف اور بے یقینی ہے جس نے ہر انسان کی سوچ کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ ہر آدمی یہی سوچتا ہے کہ کل کیا ہوگا؟ اور کل کے پاس اندھیرے اور مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ سیاسی جماعتوں کا اتحاد ہو رہا ہے' کچھ اتحاد پہلے سے کام کر رہے ہیں' پٹرول مہنگا ہوا' کپڑا مہنگا ہوا' کھانے پینے کی اشیاء مہنگی ہوئیں' افراط زر نے راتوں رات اپنے کرشمے دکھائے' مگر حکومت کے پاس نہ تو کوئی حل ہے نہ علاج۔

طالب علم کتاب کی بجائے کلاشنکوف کے معاملے میں مصروف ہے' مہنگائی نے ڈکیتی کو جنم دیا' جو لوگ پہلے چوری سے نفرت کرتے تھے اب چوروں کے سرپرست بن گئے' اب تو ہماری حالت اس مریض کی سی ہے جو ایک بیماری کا علاج کرتا ہے تو ''چیک اپ'' کرانے سے ایک اور بیماری سامنے آ جاتی ہے۔ غریب کا مسئلہ روٹی' کپڑا' مکان ہے جو وزیراعظم کی سخاوت کی تشہیر سے حل نہیں ہوسکتا' پاکستان مسئلے کا نہیں بلکہ مسائل کا ملک بن کر رہ گیا ہے اور سب سے بڑا مسئلہ بے روزگاری ہے' جس نے نوجوان نسل کے ساتھ خاندانوں کو مفلوج کیا ہوا ہے' مگر میرا خیال ہے کہ اگر یہی حکومت اسی طرح کام کرتی رہی تو کچھ دنوں کے بعد جرائم' دہشت گردی اور مہنگائی کا خوف موت کے خوف سے بڑھ جائے گا۔

☆ موجودہ صورت حال میں پاکستان کا سیاسی نظام کیا ہونا چاہئے؟

○ ہمارا ملک ''جمہوریہ'' ہے' مگر جمہوریت کو پھلنے پھولنے نہیں دیا جا رہا' جب بھی کوئی جمہوریت پسند جماعت ملک میں جمہوریت کا راستہ ہموار کرنے کے لئے

میدان میں آتی ہے، شخصی اقتدار کی پشت پناہی کرنے والی قوتیں آڑے آ جاتی ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ پیپلز پارٹی جو اس کو ختم کرنے کے لئے آمریت کے ''مزارعین'' نے کیا کچھ نہیں کیا؟ کبھی بے خوف ہو کر ایک فرد نے اسمبلی توڑ دی اور پھر انتخابات ہوئے تو اس میں دھاندلی، دھونس، دھن اور دھند کیا، کیا کچھ نہیں ہوا؟ پی ڈی اے کی جماعتیں انتخابات کے بارے میں ہونے والی دھاندلی کے خلاف ثبوت اکٹھے کر کے عنقریب وائٹ پیپر میں شائع کر رہی ہیں تاکہ عوام کو محسوس ہو سکے کہ ان کی حکومت پر شب خون مارنے والوں نے کیا گل کھلائے، ''ہارس ٹریڈنگ'' کے ذریعے اور کبھی دوسرے ذرائع استعمال کر کے عوام کی آنکھوں میں کیا کیا دھول جھونکی گئی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس وقت ملک میں جمہوری قوتوں میں سب سے بڑی قوت جسے سیاست دانوں نے یا ''خواص'' نے عوام سمجھ کر ہمیشہ نظر انداز کیا ہے، اسے آگے آنا چاہئے۔

☆ آپ کو کس سیاستدان نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے؟

○ قائداعظم کے بعد قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو میری آئیڈیل شخصیت ہیں اور اب اپنے ملک میں محترمہ بے نظیر بھٹو کا انداز سیاست متاثر کرتا ہے، رہیں دوسرے ملکوں سے تعلق رکھنے والی شخصیات تو بہت سی ہیں، ایک شخصیت ایسی جو مذہبی طور پر مجھے متاثر کر گئی اور سیاست کو سچ بولنے کی تربیت دیتی رہی، وہ رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ خمینیؒ کی شخصیت ہے۔

دعا

اے رب جہاں پنجتن پاکؑ کا صدقہ
اس قوم کا دامن غم شبیرؑ سے بھر دے
بچوں کو عطا کر علی اصغرؑ کا تبسم
بوڑھوں کو حبیب ابن مظاہرؓ کی نظر دے
کمسن کو ملے ولولہ عونؑ و محمدؑ
ہر ایک جواں کو علی اکبرؑ کا جگر دے
ماؤں کو سکھا ثانی زہراؑ کا سلیقہ
بہنوں کو سکینہؑ کی دعاؤں کا اثر دے
مولا تجھے زینبؑ کی اسیری کی قسم ہے
بے جرم اسیروں کو رہائی کی خبر دے
جو چادر زینبؑ کی عزادار ہیں مولا
محفوظ رہیں ایسی خواتین کے پردے

جو دین کے کام آئے وہ اولاد عطا کر
جو مجلس شبیر کی خاطر ہو وہ گھر دے
مفلس پہ زر و لعل و جواہر کی ہو بارش
مقروض کا ہر قرض ادا غیب سے کردے
غم کوئی نہ دے ہم کو سوائے غم شبیر
شبیر کا غم بانٹ رہا ہے تو ادھر دے
جاتی ہے اگر جان تو بے شک چلی جائے
عباس کے پرچم پہ کبھی آنچ نہ آئے
مولا تجھے بیمار عابدؑ کی قسم ہے
بیمار کی راتوں کو شفایاب سحر دے

☆☆☆

محسن میری لحد میں وہ منظر عجیب تھا
جب میں نے خود علیؑ سے کہا یا علیؑ مدد

شیعہ ملٹی میڈیا ڈاٹ کام

Shia Multimedia

An Ultimate Resource To Shia Islam

شیعہ ملٹی میڈیا

محسن میری لحد میں وہ منظر عجیب تھا
جب میں نے خود علیؑ سے کہا یا علیؑ مدد

شیعہ ملٹی میڈیا ڈاٹ کام

www.ShiaMultimedia.com

شیعہ ملٹی میڈیا ڈاٹ کام